ڈاکٹر رؤف پاریکھ
ایسوسی ایٹ پروفیسر
شعبۂ اُردو، جامعہ کراچی

فرہنگِ محاوراتِ اُردو
امیر مینائی کی ایک نادر اور غیر مطبوعہ لغت

ABSTRACT

Farhang-e-Muhavrat-e-Urdu: a rare and unpublished dictionary by Ameer Meenai

By Dr. Rauf Parekh, Associate Prof. Dept. of Urdu, University of Karachi.

Ameer Meenai was a well-known poet and prose-writer of Urdu and Persian. But he was a great lexicographer too. Aside from his published dictionaries, many of his lexicographic works remain unpublished. One such work is *Farhang-e-Muhavrat-e-Urdu*. This article is based on the rare manuscript of that dictionary and it analyses this work along with a few sample page.

منشی امیر احمد امیر مینائی (۱۸۲۹ء-۱۹۰۰ء) نے اردو فارسی دونوں زبانوں میں شعر کہے اور دونوں زبانوں میں نثر بھی لکھی۔ کئی علوم پر حاوی تھے۔ ان کی حیات و خدمات نیز صحیح تاریخِ پیدائش کے موضوع پر کئی منابع و مصادر میں تفصیل سے اظہارِ خیال یا گیا ہے(۱)، لہٰذا تحصیلِ حاصل سے بچتے ہوئے آدم برسرِ مطلب۔

سرِ دست امیر مینائی کی ایک نادر غیر مطبوعہ لغت ''فرہنگ محاورات اردو'' کا تعارف اور نمونے کے کچھ صفحات پیش کرنا مقصود ہے۔ یہ ایک اردو بہ اردو لغت ہے اور اس میں اردو کے الفاظ و تراکیب، محاورات اور ضرب الامثال مع معنی و اسناد درج ہیں۔ امیر مینائی کے پوتے جناب اسرائیل احمد مینائی کے پاس امیر مینائی کے جملہ قلمی آثار محفوظ ہیں (۲) اور اِنھیں کی کرم گستری کے سبب ہمیں اسی لغت کے قلمی نسخے کو دیکھنے اور اس سے استفادے کا موقع ملا۔ چنانچہ اُنھیں کے شکریے کے ساتھ یہ تعارف اور نمونے کے صفحات نذرِ قارئینِ مباحث ہیں۔

''فرہنگِ محاورات اردو'' مولّفہ، امیر مینائی کے واحد معلومہ قلمی نسخے کے کل سات سو تین (۷۰۳) صفحات ہیں اور اس کے مسطر کا ناپ پانچ (۵) انچ ضرب نو (۹) انچ ہے۔ اس میں کوئی تعارف یا مقدمہ وغیرہ نہیں ہے۔ لغت کے پہلے صفحے ہی سے نسخے کا آغاز ہوتا ہے جس کی پیشانی پر ''باب الف ممدودہ'' درج ہے۔ کوئی ترقیمہ یا قطعۂ تاریخ تصنیف وغیرہ بھی نہیں ہے۔ البتہ آخری اندراج کے بعد ''تمام شد'' لکھا ہے اور اس کے بعد تاریخ پڑی ہے جو یکم مارچ ۱۹۹۸ء ہے۔

ابتدا میں لغت کا نام بھی نہیں لکھا چونکہ کوئی سرورق یا لوح وغیرہ بھی نہیں ہے لیکن کسی نے بعد میں بطور یادداشت ''فرہنگِ محاوراتِ اردو'' لکھ دیا ہے۔ چونکہ یہ قلمی نسخہ امیر مینائی کے دیگر آثارِ قلمی کے ساتھ ادریس احمد المتخلص بہ خالد مینائی

(پسر محمد احمد صریر مینائی)، جو اسرائیل احمد مینائی کے برادرِ بزرگ اور امیر مینائی کے پوتے تھے، کی تحویل میں رہا ہے لہٰذا گمانِ غالب ہے کہ جس طرح دیگر قلمی آثار پر ان کی بعض یادداشتیں یا وضاحتیں (ان قلمی نسخوں سے متعلق) درج ہیں، اسی طرح یہ نام بھی خالد مینائی صاحب نے لکھا ہوگا اور انھوں نے اپنے بزرگوں سے اس نام کی روایت بھی یقیناً سنی ہوگی۔

نسخے میں سرخ اور سیاہ روشنائی استعمال کی گئی ہے۔ بنیادی اندراجات (headwords) یا راس الفاظ سرخ روشنائی سے لکھے گئے ہیں اور تشریح/معنی اور سند کے اشعار سیاہ روشنائی میں ہیں۔ ہر حرف کی تقطیع کا آغاز عنوان سے ہوتا ہے مثلاً باب الف مقصورہ، باب بائے موحدہ وغیرہ اور یہ بھی سرخ روشنائی سے لکھے گئے ہیں۔

ہر صفحے پر پندرہ (۱۵) سطریں ہیں لیکن کوئی کالم نہیں بنایا گیا۔ کتابت نستعلیق ہے لیکن خط پختہ یا بہت جما ہوا نہیں ہے اور کسی باقاعدہ کاتب کے ہاتھ کا لکھا ہوا معلوم نہیں ہوتا۔ البتہ نسخہ اچھی حالت میں ہے اور جلد بندی کے باعث محفوظ بھی رہا ہے۔ لیکن کاغذ بھربھرا ہو گیا ہے اور صفحات پلٹنے پر کاغذ کے ٹوٹ جانے کا خدشہ رہتا ہے۔

نسخے کے صفحات جیسا کہ عرض کیا گیا سات سو تین (۷۰۳) ہیں لیکن ان پر شمار کا عدد درج نہیں ہے۔ اسی لیے اکثر صفحات پر ''ترک'' کا اہتمام ہے یعنی (جیسا کہ بالعموم قلمی نسخوں میں ہوتا ہے) سیدھے ہاتھ کے صفحے کے نچلے بائیں کونے پر اگلے صفحے کا پہلا لفظ لکھا ہے۔ لیکن کچھ صفحات پہ اہتمام نہیں ہوسکا ہے، مثلاً صفحہ اکتالیس (۴۱) سے چوّن (۵۴) تک ترک نہیں ملتا۔ بعض دیگر صفحات بھی ایسے ہیں۔ البتہ صفحات بظاہر تسلسل میں ہیں اور نسخہ مکمل ہے۔

اس لغت کے اندراجات میں الفاظ، محاورات، فقرات، تراکیب اور کہاوتیں شامل ہیں حالانکہ اس کے نام سے یہ خیال ہوتا ہے کہ اس میں صرف محاورات ہوں گے۔ لیکن اس میں نہ صرف ''آپ بیتی'' جیسے مرکبات موجود ہیں بلکہ مفرد اندراجات مثلاً اناڑی، اڑی، پچپیسی، ڈھانچا، لاج، ہنکارا اور ہنہنانا وغیرہ بھی ملتے ہیں۔

پہلا اندراج ''آپ بیتی'' کا ہے اور آخری اندراج ''یہ کیا زبان نکالی ہے'' کا ہے۔ ہر صفحے پر اندراجات کی تعداد، اسناد زیادہ ہونے کی وجہ سے تین یا چار ہی ہے۔ بعض صفحات پر اندراجات زیادہ بھی آ گئے ہیں اور آٹھ دس تک بھی ہیں۔ اگر اوسطاً فی صفحہ پانچ اندراجات فرض کیے جائیں تو ان کی تعداد تقریباً ساڑھے تین ہزار (۳،۶۰۰) بنتی ہے۔

امیر مینائی نے اس لغت میں ترتیبِ اندراج میں الف بائی ترتیب کو ملحوظ رکھا ہے لیکن اُس اصول کی پابندی نہیں کی جس کے تحت پہلے بنیادی اندراج یا راس لفظ (headword) کو درج کیا جاتا ہے اور پھر اس کے ذیلی یا تحتی مرکبات لکھے جاتے ہیں، بلکہ امیر نے صرف محض الف بائی ترتیب کو مدِ نظر رکھا ہے لیکن چونکہ لغت میں مفرد اندراجات کم ہیں اور بالعموم مرکبات و محاورات ہیں لہٰذا یہ عیب اتنا کھلتا نہیں ہے۔

تقریباً ہر تشریح سے پہلے لفظ ''یعنی'' لکھا گیا ہے۔ حالانکہ اس کی قطعاً ضرورت نہ تھی۔ امیر اس سے قبل اپنی معروف لغت ''امیر اللغات'' کی تین جلدیں مرتب کر چکے تھے بلکہ ان کی زندگی ہی میں اس کی دو جلدیں چھپ چکی تھیں

اور ان میں یہ عیب نہیں ہے۔ البتہ ''فرہنگ محاورات اردو'' کے اندراجات کی تشریح میں امیر نے کچھ زیادہ تفصیل نہیں دی۔ بعض جگہ تشریح تشنہ ہے۔ کہیں کہیں تشریح میں غیر ضروری وضاحت سے کام لیا ہے اور ایسے موقعے پر تعقیدِ لفظی بھی نظر آتی ہے مثلاً ''آرسی مصحف دکھلایا'' کی تشریح میں (جو اگلے صفحات پر ملاحظہ کی جاسکتی ہے)۔

ایک عجیب بات یہ ہے کہ امیر جیسے کہنہ مشق لغت نویس نے محاورات کے اندراجات میں مصدر کے بجائے فعل ماضی یا فعل حال استعمال کیا ہے، مثال کے طور پر ''انگاروں پر لوٹے اور لوٹایا'' کے اندراج کو لیجیے۔ اس سے قطع نظر کہ فصل لازم (لوٹنا) اور فعل متعدی (لوٹانا) کا اندراج ایک ساتھ نہیں ہوتا اور لغت میں ایسے موقعے پر دو الگ الگ اندراج قائم کیے جاتے ہیں، یہاں مصدر یعنی ''انگاروں پر لوٹنا'' اور ''لوٹانا'' کے بجائے فعلِ ماضی لایا گیا ہے ''یعنی انگاروں پر لوٹے یا ''لوٹایا''۔ یہ کسی ایک جگہ نہیں بلکہ اکثر اندراجات اسی طرح مصدر کے بجائے فعل ماضی میں یا حال میں ملتے ہیں۔ جیسے ''انگڑائی لینا'' کے بجائے ''انگڑائی لی''، ''آج کل آرے بنے کرنا'' کے بجائے ''آج کل آرے بلے کرتے ہیں'' اور ''زبان پر سر دینا'' کی بجائے ''زبان پر سر دیتے ہیں'' لکھا گیا ہے۔ یہ ضرور ہے کہ کئی اندراجات میں مصدر ہی ملتا ہے جیسے: آنکھیں چرانا، پانی پی پی کے کوسنا اور منھ لگانا وغیرہ۔ لیکن یہ دورنگی عجیب ہے اور امیر مینائی سے اس کی توقع نہیں کی جاسکتی۔ البتہ کہاوتوں کے اندراج میں ظاہر ہے کہ مصدر نہیں ہوتا اور اس کا خیال رکھا گیا ہے، مثلاً پرائی آنکھیں کام نہیں آتیں، کولھو کے بیل کو گھر میں منزل ہے۔ ہاتھی کے دانت دکھانے کے اور ہیں اور کھانے کے اور وغیرہ۔

کہیں کہیں تشریح میں پرانے انداز کی جھلک ملتی ہے۔ مثال کے طور پر ایک اندراج لفظ ''بانکپن'' کا ہے اور اس کی تشریح میں قدیم لغات کے انداز میں یہ لکھنا کافی سمجھا گیا کہ ''مشہور معنی ہیں''۔ اس کے بعد اسناد دے دی ہیں۔ ایسی بے قاعدگی امیر مینائی سے سرزد ہونا تعجب خیز ہے کیونکہ بالعموم یہ سمجھا جاتا ہے کہ اردو میں باقاعدہ سائنٹفک انداز کی لغت نویسی کا آغاز امیر مینائی نے امیر اللغات سے کیا۔ پرانی لغات میں چاہے وہ اردو کی ہوں یا فارسی کی، کہیں کہیں اسی طرح عام مستعمل الفاظ کو ''معروف است''، ''یا ''مشہور ہے'' کہہ کر تشریح نگاری سے مستثنیٰ کر دیا جاتا تھا۔ ظاہر ہے کہ جدید لغت نویس کے نزدیک یہ مضحکہ خیز ہے کیونکہ لغت میں ہر لفظ کا اندراج ہونا چاہیے چاہے وہ معروف و معلوم ہو یا مجہول و غریب اور بالفرض محال لغت نویس صرف غریب اور نادر الوقوع الفاظ ہی کے اندراج کا فیصلہ کرتا ہے تو پھر اس لفظ کے لکھنے کی ضرورت ہی کیا ہے جو بقول اس کے ''مشہور'' ہے۔

امیر نے ''فرہنگِ محاوراتِ اردو'' میں کہیں بھی کسی اندراج کی قواعدی حیثیت واضح نہیں کی۔ اس لغت میں محاورات کے علاوہ کہاوتیں، مقولے، فقرے، مرکبات اور بعض مفرد الفاظ بھی درج ہیں۔ ضروری تھا کہ ان کی وضاحت کی جاتی۔

اصولاً محاورات کی لغت میں تلفظ تو درکار نہیں تھا لیکن جب مفرد اندراجات دے دیے تو ان کا تلفظ بھی واضح کرنا

چاہیے تھا جو نہیں کیا گیا۔

نسخے میں استعمال کیا گیا املا خاصا قدیم ہے، مثلاً یاے معروف اور یاے مجہول میں کوئی فرق روا نہیں رکھا گیا اور بالعموم ہر جگہ یاے معروف ہی لکھی گئی ہے۔ غنے کا بھی کوئی تصور نہیں ہے اور ہر جگہ نون بِالاعلان ہی ملتا ہے۔ اسی طرح ہاے مخلوط کا کوئی تصور نہیں ہے۔ ہاے مخلوط والے تمام الفاظ ہاے ہوز یا ہاے مختفی سے لکھے گئے ہیں، مثلاً کچھ کو کچہ، ڈھال کو ڈہال، آنکھوں/آنکھ کو آنکہوں/آنکہ لکھا گیا ہے۔ اس املے کی وجہ سے بعض اوقات اور غلط قرأت کا احتمال بڑھ جاتا ہے۔ طرزِ املا کی وضاحت کے لیے قلمی نسخے کے دو اندراجات پیش ہیں۔ ''آپ بیتی'' کی سند کے طور پر دیا گیا شعر:

جان صدقے اس پری کے جس نے انشا سے کہا
آپ بیتی کہہ کہانی کچھ کسیکی مت چلا

کو کاتب نے یوں لکھا ہے:

جان صدقی اس پری کی جسنی انشا سے کہا
آپ بیتی کہہ کہانی کچہ کسیکی کی مت چلا

ایک اندراج یوں ہے: آنکھوں کو رو بیٹھنا: آنکھوں سے نا اُمید ہو جانا۔ اس کو کاتب نے یوں لکھا ہے: آنکہونکو رو بیٹہنا: آنکہونسی نا امید ہو جانا۔ حالانکہ اس سے قبل امیر اللغات کی دو جلدیں چھپ چکی تھیں، امیر مینائی زبان کے استعمال اور املا کے معاملے میں بہت حساس اور احتیاط پسند تھے۔ امیر اللغات کی تیسری جلد کا قلمی نسخہ بھی ہمیں دیکھنے کا اتفاق ہوا ہے۔ اس کا سالِ کتابت ۱۸۹۵ء ہے اور نظرِ ثانی میں ۱۸۹۸ء بھی نظر آتا ہے۔ اُس میں لفظوں کو ملا کر تو لکھا گیا ہے لیکن یاے معروف و مجہول اور ہائے مخلوط و مختفی میں امتیاز روا رکھا گیا ہے۔ کہیں کہیں غنے کو بطور نون بالاعلان لکھا گیا ہے لیکن مجموعی طور پر اس کی کتابت ہر لحاظ سے زیرِ نظر نسخے سے بہتر ہے، گو یہ بھی اسی زمانے کا لکھوا ہوا ہے۔

زیرِ نظر قلمی نسخے میں بھی لفظوں کو ملا کر لکھا گیا ہے لیکن یہاں ہاے مخلوط اور یاے مجہول کا اہتمام نہ ہونے کی وجہ سے کہیں کہیں لفظوں کی شکل عجیب سی ہو گئی ہے اور پڑھنے میں غلطی کا امکان رہتا ہے۔

خیال آتا ہے کہ شاید امیر کو اس پر نظرِ ثانی کا موقع (اپنی علامت اور مصروفیت کے سبب) نہیں مل سکا، لیکن کاتب نے ص ۹۰ پر الف کی تقطیع ختم ہونے پر ''صحیح البیاض'' لکھ دیا ہے جو اس بات کی علامت ہے کہ بیاض سے نقل کر کے ملا لیا گیا ہے اور گویا صحیح نقل کیا گیا ہے۔ لیکن یہاں وہی بات کہنی پڑتی ہے جو طرزِ املا اور رسم الخط کی بحث میں کہی جاتی ہے (یا کہی جانی چاہیے) کہ یہ املا کاتب کا ہے، مولف کا نہیں ہے۔ خدا جانے امیر نے اپنی بیاض میں کسی لفظ کا املا کس طرح کیا ہوگا اور کاتب نے اپنی دانست میں اسے کس طرح ''صحیح'' لکھا ہوگا۔ جو لوگ املا اور ہجے کے مباحث میں یہ دلیل دیتے ہیں کہ فلاں لفظ کا املا مثلاً ولی دکنی نے یا میر نے یوں کیا ہے ان کی خدمت میں ہم یہی عرض کرتے ہیں کہ

حضرت! میر نے نہیں کاتب نے اس کا املا یوں کیا ہے۔ جب تک قلمی نسخہ بخطِ مصنف سامنے نہ ہو اس طرح کے فیصلے صادر نہیں کرنے چاہییں۔ زیرِ نظر نسخہ بھی امیر کا دست نوشتہ معلوم نہیں ہوتا ورنہ اس طرح کے املے کی امیر مینائی سے توقع نہیں کی جاسکتی۔

امیر اللغات کی جلدوں کا اس لغت سے موازنہ کرتے ہیں تو یقین نہیں آتا کہ یہ ایک ہی شخص کی تالیف ہیں۔ اس نسخے کا سالِ کتابت ۱۸۹۸ء ہے اور ۱۹۰۰ء میں امیر کا انتقال ہو گیا تھا۔ ایسا لگتا ہے کہ امیر کو بوجہ علالت، مصروفیت، سفر اور ضعیف العمری اس پر نظر ڈالنے کا موقع نہیں مل سکا ورنہ وہ اس میں بہت کچھ ترمیم و تنسیخ اور اضافہ کرتے۔

بہر حال، اردو میں محاورات کی لغات بہت کم ہیں (انگریزی میں خاصی تعداد میں ہیں) لہٰذا اس کی اپنی ایک اہمیت تو ہے۔ پھر اس میں بعض نادر الوقوع الفاظ و محاورات اور ان کی اسناد آ گئی ہیں جس کی وجہ سے اس کی اہمیت اور بڑھ جاتی ہے۔ سب سے اہم بات تو یہ ہے کہ یہ امیر مینائی کے قلم سے ہے۔ آیئے اس کے ابتدائی صفحات دیکھتے ہیں۔

''فرہنگِ محاوراتِ اردو''

از امیر مینائی

تدوین و تحشیہ: رؤف پاریکھ

بابِ الف ممدودہ

آپ بیتی: یعنی اپنی سرگزشت

جان صدقے اس پری کے جس نے انشاؔ سے کہا(۱)
آپ بیتی کہہ کہانی کچھ کسی کی مت چلا

(انشا)

آپ بیتی ہی کہا کرتا ہوں میں راتوں کو(۲)
دھیان قصے کا مجھے ہے نہ کہانی کی ہوس

(رنگین)

آپ دھاپ: اپنی فکر اور اپنا اندیشہ

جاتے ہی اس کے کیا کہوں بس چال ڈھال دی
تاب و توان و صبر کی یاں آپ دھات نے

(جرأت)

آپ روپ: یعنی خود بدولت

ٹک بنا بیٹھے جو غصے کی سی صورت آپ روپ
گرچہ تھے بے جرم پر کیا کیا ڈرایا آپ نے

(جرأت)

گر آپ روپ ہم سے باتوں میں ٹک کڑے ہوں (۳)
سو رگڑے جھگڑے قضیے قصے جھٹ اٹھ کھڑے ہوں

(انشا)

آپس کی پھوٹ (۴)**:** یعنی آپس کا خلاف (۵) اور نفاق۔

بگڑا دلا معاملہ آپس کی پھوٹ سے
پھوٹا جگر کا آبلہ آپس کی پھوٹ سے

(نکہت)

دیدہ و دل مجھ سے کچھ پوچھ کے کرتے نہیں
پھوٹ سے آپس کی آہ مفت یہ گھر جائے گا

(نثار)

پھوٹے جو روئے دیدۂ تر پھوٹ پھوٹ خوب
اے جنبشِ مژہ نہیں آپس کی پھوٹ خوب

(سرور)

آپ سے آپ: یعنی خود بخود، بے سکھائے کسی کے۔

مجھ سے اب صاف بھی ہو جا یوں ہی یار آپ سے آپ
جیسے آیا ہے ترے دل میں غبار آپ سے آپ (۷)

(ناسخ)

تین حرف اس بتِ بدخو پہ تو اب بھیج نصیرؔ
آپ سے آپ جو ہو جائے خفا تیسرے دن

(نصیر)

آپ کا کیا بگڑتا ہے: یعنی آپ کا کیا نقصا، ضرر اور زیاں ہوتا ہے۔

تم جو کہتے ہو کہہ دو حسرت سے
آہ و فریاد یاں کیا نہ کرے
آپ کا اس میں کیا بگڑتا ہے
دردِ دل کی کوئی روا نہ کرے

(حسرت)

آپ کا نام ہوگا ہمارا کام ہوگا: یعنی دونوں کا مقصد حاصل ہوگا۔

تیغِ ابروکو جو آنکھوں کا اشارہ ہوگا(۸)
آپ کا نام ہو اور کام ہمارا ہوگا

(نثار)

آپ کو دور کھینچنا: یعنی بسببِ نخوت اور باعثِ غور کسی کو اپنا ہم سر اور برابر نہ جاننا۔

بے تکلف ہاتھ کو بستر پہ اے مغرور کھینچ
بیٹھ جا نزدیک(۹) بر کے آپ کو مت دور کھینچ

(نکہت)

کیا شکوہ جفاے آسماں کا
میں آپ کو دور کھینچتا ہوں

(مومن)

آپ کو شاخِ زعفران سمجھتا: یعنی خود کو بہت عمدہ اور اعلیٰ اور نفیس اور شان والا بہمہ صفت موصوف جاننا۔

سمجھتی آپ کو ہے شاخِ زعفراں دیکھو
شگوفہ اور ہی لائی ہے اب کی بار بسنت(۱۰)

(شاہ نصیر)

جلے ہے مطبخ عالی میں جو کوئی ہیزم
بجا ہے آپ کو گر شاخِ زعفراں جانے(۱۱)

(نکہت)

سِدرہ کی شاخ بن گئی قبضۂ شاہ میں کماں
شاخِ کمان آپ کو سمجھے ہے شاخِ زعفراں

(سرور[دہلوی])(۱۲)

شانۂ شاخ زلفِ گلرو میں
آپ کو شاخِ زعفراں سمجھا

(منیر)

بھلّہ(۱۳) رے یہ دماغ سمجھا ہے
آپ کو شاخِ زعفران تو نے

(انشا)

آپ میں آنا: یعنی ہوش میں آنا۔

ذرا تو آپ میں آنے دو کچھ آتے ہی مت پوچھو
میاں کافر ہو[ں] گر کچھ ہوش اب مجھ میں رہا ہووے

(جرأت)

جب تلک یاں جلوہ فرما ہوں نہ آپ
آپ میں آنا مجھے دشوار ہے

(نکہت)

آپ ہی آپ ہیں: یعنی دوسرا کوئی نہیں ہے، آپ ہی ہر رنگ میں جلوہ گر ہیں(۱۴)۔

آپ ہی آپ ہیں وہ آپ نے سچ فرمایا
یونہی(۱۵) کچھ دھوکے سے تھے نام کو ہم یا معبود

(انشا)

وہی آئنے میں وہی سنگ میں ہے
غرض آپ ہی آپ ہر رنگ میں ہے

(نکہت)

آٹھ آٹھ آنسو رُلایا(۱۶): یعنی زار زار رلایا۔

آٹھ آٹھ آنسو نہ اب کیونکہ پڑے روئیں(۱۷) ہم
چھوڑ تنہا مجھے(۱۸) آٹھوں کے چلے میلے تم(۱۹)

(جرأت)

شمع آسا سر سے پا تک صرفِ گریہ ہو گئے
مثلِ شبنم آٹھ آٹھ آنسو رلایا آپ نے

(نکہت)

کیوں آٹھ آٹھ آنسو رلاتا ہے مجھ کو تو
ہے گا کسی کے جی کا ستانا بہت برا

(انشا)

گر ہم کو لگ گئی(۲۰) ہیں کبھی ہچکیاں تو ہم(۲۱)
آٹھ آٹھ آنسو روئے ہیں دو دو پہر تلک(۲۲)

(مصحفی)

روؤں نہ کیوں آٹھ آٹھ آنسو
ہو جاؤں اگر دو چارِ قاصد(۲۳)

(ناسخ)

آہ بے در دانہ وہ ہنستا رہا مانندِ برق
آٹھ آٹھ آنسو مجھے جوں ابرِ گریاں دیکھ کر(۲۴)

(نحیف)

آٹھ پہر سولی ہے: یعنی دن رات مصیبت ہے۔

آٹھ پہر سولی ہے دل کو یادِ سروِ قامت میں
ہے ایک ہی نکتے کی کمی بیشی قامت اور قیامت میں [کذا](۲۵)

(نکہت)

آج زبان کھلی ہے کل بند ہے: یعنی آج زندہ ہیں کل مرجائیں گے جھوٹ کیوں بولیں یہ کلام بطرزِ صداقت اور راست گوئی اکثر زبان پر آتا ہے۔

راست ہی ٹک بولیو ان کی ہی سو گند ہے
آج کھلی ہے زباں کل کے تئیں بند ہے

(سودا)

آج کدھر سے چاند نکلا: قاعدہ ہے کہ جو شخص کسی کا مشتاقِ ملاقات ہوتا ہے اور وہ اس کے گھر آتا ہے تو اس کا شائق دیدار کہتا ہے کہ آج کدھر کا چاند نکلا یعنی نہایت تعجب اور نہایت مقامِ حیرت ہے۔

دن کو جو آیا گھر میں مرے وہ سر سے پا تک سارا چاند
گردوں سے خورشید پکارا آج کدھر سے نکلا چاند

(نکہت)

نیا یہ بدلی سے چاند نکلا تو بولے سب اہلِ دید دیکھو
یہاں جو تشریف آپ لائے کدھر سے یہ آج چاند نکلا(۲۶)

(انشا)

آج کرے گا کل پائے گا: آج مدعا روزِ حیات سے ہے اور کل مقصد ہے روزِ قیامت کے دن سے [کذا] یعنی زندگی میں جیسا عمل کرے گا ویسا ہی حشر کو اجر ملے گا۔ نیکی کا عوض نیکی اللہ دے گا اور بدی کی سزا بدی ملے گی۔

جو کوئی کسی کو یار کلپائے گا
یہ یاد رہے وہ بھی نہ کل پائے گا
اس دہر مکافات میں سن اے غافل
جو آج کرے گا سو وہ کل پائے گا

(غافل)(۲۷)

آج کل آرے بلے کرتے ہیں: یعنی وعدہ وفا نہیں کرتے۔

وائے قسمت جن پہ ہم مرتے رہے
آج کل آرے بلے کرتے رہے (نکہت)

آج کل کرتے ہیں: یعنی وعدے کو وفا نہیں کرتے۔

کل سے کل ہوتے ہوئے اے بے وفا برسوں مجھے
آج کل نے تیری مارا آج کل پرسوں مجھے(۲۸)

(نکہت)

کہا تھا اس نے مجھے کل کہ آؤں گا میں کل
ملا جو آج تو کل کا وہی پھر آیا خلل
جو پوچھا میں کہ تری کل کو بھی کہیں ہے کل
تو ہنس کے کہنے لگا جا عبث نہ کر کل کل
جو کل کا وعدہ کیا تھا سو کل کو کہتا ہوں چل
عرض یہ اس کا ہے مطلب کہ کر کے لیت و لعل
دید فریبم و سازد امیدوار مرا
کہ تا بحشر نشاند امیدوار مرا(۲۹)

(سودا)

آپ پھر کل لگے بتانے آج
ہووے کافر جو کل کو مانے آج(۳۰)

(رنگین)

آج نصیبوں سے ہاتھ لگے ہو: یعنی قسمت کی خوبی سے ملاقات ہوئی ہے۔

اگرچہ تم نہیں ملتے ہو ہم غریبوں سے
پر آج ہاتھ لگے ہو مرے نصیبوں سے

(کامل)

کل تک نہیں چھوڑوں گا لگایا جو گلے سے
تم آج نصیبوں سے مرے ہاتھ لگے ہو

(نکہت)

آدھی کو چھوڑ ساری کو دوڑ: یعنی یہ کام خرچ والوں کا ہے کہ توکل اور قناعت نہیں کرتے۔

آدھی کو چھوڑ ساری کو دوڑے ہے ماہِ نو
ایسا نہیں جہاں میں کوئی دوسرا حریص

(نصیر)

باغ سے دنیا کے رنگیں کچھ نہ پایا اس نے پھل
چھوڑ کر آدھی کو دوڑا حرص سے ساری کو آہ

(رنگین)

آدمی نہیں گھن چکر ہے: یعنی بڑا پھرتا ہے بیٹھتا ہی نہیں۔

آرام کرنا اور آرام میں ہونا: یعنی سونا۔

سنتے ہی مرا نام وہ کہتا ہے کہ یارو
ہیں اس گھڑی آرام میں کہہ دو کہ سدھارو

(جرأت)

آرسی مصحف دکھلایا: رسم ہے کہ دولہن کو اور دولہ [دولھا] کو بعد نکاح باندھنے کے اور ادا ہونے سب رسموں کے کلام اللہ شریف اور آئینہ درمیان میں [کذا] رکھ کے دکھلاتے ہیں اور نیک شگون سمجھتے ہیں اور آئنہ دکھلانے کی رسم عروس وشور کو سکندر نے جاری کی اور آئینہ بھی اس نے ایجاد کیا ہے، فولاد کا۔ سابق سکندر سے آئینہ نہ تھا۔

اجی دیکھو گے جب تم آرسی مصحف تو ہاں (۳۲) انشاؔ
پڑھے گا سورۂ الحمد اور اخلاص کا جوڑا (۳۳)

(انشا)

خطوطِ جدولِ زرّیں بندھا زرتار سہرا ہے
بجائے آرسی مصحف جبین و روے زیبا ہے (۳۴)

(نکہت)

آری چل جانا: رنج اور مصیبتیں اور محنتیں اور خواریاں اٹھانا۔

آہ بھی منھ سے نہ نکلی گرچہ یاں
عاشقوں کے سر پہ آری چل گئی

(مصحفی)

آڑے آنا: یعنی درمیان میں [کذا] حائل اور حارج ہونا۔

مانع تھا ادھر تو ادب آڑے تھی ادھر شرم
شب لب سے بہم ملنے لبِ یار نہ پایا (۳۵)

(ممنون)

مر ہی گئے تھے ہجر کی شب لیک بچ گئے
کیا جانے کب کا آگیا آڑے لیا دیا(۳۶)

(معروف)

دیر تک مصروفِ نظّارہ رہے ہنگامِ قتل
سخت جانی کا ہوں منت کش کہ آڑے آگئی

(نکہت)

آس پاس: یعنی گردو پیش۔

شیشے دھرے ہیں ہاں مرے دل بر کے آس پاس
یاں آبلے(۳۷) ہیں اس دلِ مضطر کے آس پاس

(نصیر)

کہا کل ان سے کسی نے اگر اجازت ہو
تو آس پاس ترے حیفِ ناتواں پھر جائے
یہ سن کے تب متبسّم ہو پھر لگا کہنے
جو اس کے جی کی خوشی ہے تو خیر ہاں پھر جائے

(حیف)

آستین چڑھانا: یعنی قتل پر آمادہ اور مستعد ہونا۔

کہکشاں کی صبح دم ڈھونڈے نہ پائی آستیں
آسماں نے قتلِ مردم پر چڑھائی آستیں

(نکہت)

ذبح کرنے کا مگر قصد ہے اب رنگیںؔ کا
آستینوں کے جو ظالم نے لیے چاک چڑھا(۳۸)

(رنگین)

ابرو کو وقتِ ذبح غضب سے نہیں چڑھا

تڑپے مبادا طائرِ دل آستیں چڑھا(۳۹)

(سرور)

ہوا دست و گریباں غیر تو پر کیا غضب یہ ہے
کہ مجھ پر تم بھی غصے میں چڑھائے آستیں نکلے

(جرأت)

کمر سے غنچہ آسا باندھ کر دامانِ کیں آیا
برنگِ شاخِ گل قاتل چڑھائے آستیں آیا

(نصیر)

آستین کا سانپ: یعنی وہ شخص جو پاس رہے اور دشمنِ جاں ہووے۔

پھرا یہ آنکھوں میں اس زلفِ عنبریں کا سانپ
کہ موجِ اشک ہوئی میری آستیں کا سانپ

(انشا)

بنا ہے دل مری بر میں بغل کا دشمن ہائے
کہ آستیں کی ہر اک چیں ہے آستیں کا سانپ

(نصیر)

ہاتھ کٹواتا ہے گل رو دستِ گل خوردہ کو دیکھ
ہاتھ کیا ہیہات میری آستیں کا سانپ ہے

(نکہت)

دل کو پھنسا کے زلف میں اک بے وفا کی آہ
پالا ہے ہم نے سانپ گویا آستین کا

(احمدی)

آس ٹوٹنا: امید منقطع ہونا۔

ٹوٹے نہ آس ہرگز(۴۱) ہوں آشنا فغاں کا
لٹو ترا یہ بنگی ہے میرے استخواں کا(۴۲)

(نصیر)

جو کچھ چاہو ہے اپنے داتا کے پاس
بھلا اس سے کیوں توڑیے اپنی آس

(انشا)

آسمان پر دماغ ہونا: نہایت غرور اور تمکنت ہونا برابر اپنے کسی کو نہ سمجھنا۔

سمجھ نہ کم قدر مجکو اتنا کہ عشقِ خورشید رو سے غیرت
میں ذرّہ ساں گو کہ کچھ نہیں ہوں ہے آسماں پر دماغ اپنا

(غیرت)

ہیں جیوں بگولا خاک نشیں اور شان پر
ہے پانو (۴۳) تو زمیں پہ دماغ آسمان پر

(نکہت)

دو جہاں سے فراغ رکھتے ہیں
آسماں پر دماغ رکھتے ہیں

(نصیر)

ممکن نہیں کہ خاک نشینوں کی تُو سُنے
ہے ان دنوں دماغ ترا آسمان پر

(والاؔ)

یہ وہ عشقِ خانہ خراب ہے کہ زمیں پہ اہلِ غرور کو کوئی دم میں خاک نشیں کرے اگر آسماں پہ دماغ ہو (تجمل)

دیکھ زانو پہ اس کے سر اپنا
ہے دماغ آسمان پر اپنا

(مومن)

آسمان ٹوٹنا: آفتِ ناگہانی اور بلائے آسمانی نازل ہونا اور سخت صدمہ پہنچنا۔

کیونکہ نہ جائے رشتۂ عمر اپنا جان ٹوٹ
فرقت میں تیری مجھ (۴۴) پر گرا آسمان ٹوٹ

(جرأت)

بغل میں شیشۂ دل اپنا جو بُتاں ٹوٹا
توسرزمین محبت پہ آسماں ٹوٹا (۴۵)

(نکہت)

جو شاخِ گل سے کوئی غنچہ باغباں ٹوٹا
تو سر پہ بلبلِ نالاں کے آسماں ٹوٹا

(سرور)

معروف (۴۶) تو اس کے حق میں فقرے مت جوڑ
اپنے پہ تو آسمان آفت کا نہ توڑ
رنگیں سے مقابلہ کچھ آسان نہیں
بھاری پتھر ہے اس کو تو چوم کے چھوڑ

(رنگین)

شب فراق ہے یا آسمانِ غم ٹوٹا
الٰہی ہوگئی کیسی یہ مجھ پہ بھاری رات

(میر)

خاک سے کیوں نہ میر یکساں ہو
مجھ پہ تو آسمان ٹوٹا ہے

(میر)

آسمان جھانکنا: بسبب چالاکی اور چستی کے آسمان پر چڑھنے کا ارادہ اور قصد ہونا۔

جھانکے ہے ہفت آسماں کو جلدی اس کے ہر قدم
بسکہ عرصہ شش جہت کا منھ پر اس کے تنگ ہے

(سودا)

آسمان زمین ایک کرڈالنا: ہنگامۂ قیامت برپا کرنا، آسمان وزمیں دونوں آپس میں ملا دینا۔

نالۂ نفخِ صور اسرافیل
آسماں و زمین کو ایک کیا

(نکہت)

آسماں اور زمیں ایک نہ کردوں پیارے
اب کے فرقت میں تو محشر ہی مرا نام نہیں

(محشر)

آسمان کا تھوکا منھ پر پڑتا ہے: یعنی جو کوئی شخص ازراہِ غرور کسی کو اپنا ہمسر اور برابر نہیں جانتا انجام کار خراب ہوتا ہے اور جو کوئی کسی کو دشنامِ ناحق دیتا ہے وہ اسی پر اُلٹ کر پڑتی ہے۔

کرے ہے ہم سری اس قد سے قمری سرو چُوکے ہے
پڑے ہے منھ پر اس کے آسماں پر جو کہ تھوکے ہے

(سرور)

آسمان کے تارے توڑنا: نہایت کارِ دشوار اور سخت کرنا۔

اے ہم نشیں جو خوبیِ طالع سے بے طلب
وہ رشکِ ماہ مجھ سے ملا شب کو آن کے
کہتا تھا جذبۂ دلِ مضطر زروئے فخر
لایا ہوں تارے توڑ کے میں آسمان کے

(نکہت)

آشنا صورت: یعنی وہ شخص کہ جس سے گاہ بگاہ ملاقات ہوتی ہو۔

منھ لگانا تو درکنار انھیں (۴۷)
نہ کہا، ہے یہ آشنا صورت

(میر)

ہم نفس کوئی نہ دیکھا بے کسی کے دن بقاؔ
آشنا صورت مگر اک معنیِ بے گانہ تھا

(بقا)

آشنائی کُٹ کی: یعنی یارانہ ترک کیا۔

لی چپکے سے جب میں نے اس کے چٹکی
بولا کہ پڑے جان پہ تیری پٹکی
پھر دانت تلے کھٹک کے ناخن کو کہا
بس چلیے اب آشنائی ہم نے کُٹ کی

(انشا)

آکھ کی بڑھیا: یعنی آکھ کے پھول کے روئیں کہ جو گرمی میں ہوا سے اڑتے پھرتے ہیں۔

پتھورا کے محل کی ہو جو کوئی آکھ کی بڑھیا(۴۸)
بنے وہ آکے بوڑھے اور بڑے نداف کا جوڑا(۴۹)

(انشا)

ہیں جواں کیوں دامِ الفت میں اسیر
جفت اس کا چاہیے ہے چرخِ پیر
کیا دو رنگی میں گلِ رعنا ہے یہ
زالِ دنیا آکھ کی بڑھیا ہے یہ

(نکہت)

آگ بگولا ہو جانا: نہایت غصہ اور بہت آزردہ اور خفا ہونا

کیوں خاک سے باندھے نہ مری لاگ(۵۰) بگولا
دامن پہ پڑے جس کے وہ ہو آگ بگولا

(نصیر)

آگ بن جانا اور آگ ہو جانا: نہایت غصّہ اور خشم ناک ہونا۔

تفتہ جانی کا جو مضموں اُسے لکھتا ہوں کوئی
آگ ہو کر وہ مرے خط کو جلا دیتا ہے

(معروف)

آگ ہو جاتا ہے ہر دم مری صورت سے جو وہ
شاید اُس سے کوئی کچھ جا کے لگا دیتا ہے

(سرور)

عاشق تو جلا ہوا کھڑا ہے
وہ آگ بنا ہوا کھڑا ہے

(نصیر)

آئے ہو جب بڑھا کر دل کی جلن گئے ہو
جب سوزِ دل کہا ہے تو آگ بن گئے ہو

(نصیر)

وہ آگ ہو گیا ہے خدا جانے غیر نے
میری طرف سے اس کے تئیں کیا لگا دیا

(میر)

آگ لگا پانی کو دوڑے: یعنی آپ ہی فتنہ برپا کیا اور آپ ہی صلح کے درپے ہوئے۔

ضبطِ سرشکِ گرم سے دل تو جلا نصیرؔ
پانی کو دوڑتی ہیں پھر آنکھیں لگا کے آگ

(نصیر)

لگا آگ پانی کو دوڑے ہے تو
یہ گرمی تری اس شرارت کے بعد

(میر)

آگ لگا جائے: یعنی جل جائے اور اُڑ جائے۔

ابرِ مژگاں کو آگ لگ جائے
کیا برے ڈھب سے یہ برستے ہیں

(آشفتہ)

روز اے نالہ کہے ہے تو کروں گا اب اثر
آگ لگ جائے کہیں تیرے اثر کرنے کو

(مصحفی)

آگ لینے آئے تھے: یعنی بہت شتاب اور جلد چلے گئے ذرا توقف نہ کیا۔

گرم مجھ سوختہ کے پاس سے جانا کیا تھا
آگ لینے کو جو آئے تھے تو آنا کیا تھا

(میر)

آگ پھونک دینا: یعنی آگ بھڑکا دی اور جلا دیا۔(۵۱)

آشیاں جو بنایا بلبل نے
پھونک دی آگ آتشِ گل نے

(نصیر)

پھونک دی ہے عشق نے آتش تنِ لاغر میں کیا
آگ سے کچھ بس نہیں چلتا خس و خاشاک کا

(ہوس)

سرد مہری سے بتوں کی ضبطِ آہِ سرد نے (۵۲)
آگ پھونکی تن میں دل جوں پنبہ جل کر رہ گیا

(نکہت)

پھونکی ہے سوزِ عشق نے وہ میرے دل میں آگ
خورشید ایک شعلہ ہے اس کا شرارِ برق (۵۳)

(معروف)

بجھے گی آتشِ دل ہم نے جانا تھا گھٹا آئی (۵۴)
ہوائے ابر نے پر آگ پھونکی اور گلشن میں

(شوق)

کیا کیا آہِ ناتواں تو نے
آگ سی پھونک دی یہاں تو نے

(انشا)

آگ جاگ اٹھی: یعنی آتشِ افسردہ روشن ہوگئی۔

جنبشِ دامنِ مژگاں کی ہوا سے کس کی
آگ جاگ اٹھی محبت کی دبی سینے میں

(نکہت)

بختِ خفتہ نے جگایا اسے صد حیف نصیر
آگ جو گلخنِ ۵۵ سینہ میں دبی رہتی تھی (۵۶)

(نصیر)

تو نے لگائی آ کے یہ کیا آگ اے بسنت
جس سے کہ دل کی آگ اٹھی جاگ اے بسنت

(انشا)

آگے رنگ لائے گا: یعنی شورش اور فتنہ اٹھائے گا۔

دلا فرقت میں مجھ کو زیست سے تو تنگ لائے گا
ابھی کیا ہے ابھی تو آگے آگے رنگ لائے گا

(رنگین)

گریباں پھاڑ پھر سینہ کوئی سنگ لائے گا [کذا]
جنوں میں دست وحشت اور آگے رنگ لائے گا

(نکہت)

اشک پر سرخی ابھی سے ہے تو آگے ہم نشیں
رنگ لائے کیسے کیسے دیدۂ تر دیکھیے

(میر)

کرے گا قتل تیغی (۵۷) کو چٹا کر سنگ لائے گا
بتوں کا دستِ رنگیں آگے آگے رنگ لائے گا (۵۸)

(شیفتہ)

سرشکِ تر کی جا لختِ جگر گلرنگ لائے گا
مرا رنگِ پریدہ آگے آگے رنگ لائے گا

(سرور)

کہ عشقِ سبز رنگاں زندگی سے تنگ لائے گا
دلا یہ بنگ (۵۹) پینا آگے آگے رنگ لائے گا

(منیر)

آگے رکھ لیا: یعنی روبرو سے بھگا دیا (۶۰)

اِجماعِ بوالہوس کو رکھ رکھ لیا ہے آگے
مت جان ایسی بھیڑیں جی دینے والیاں ہیں

(میر)

کیا عالم کو کشتۂ چشم کے عالم کو دیکھو تو
صفِ مژگاں نے آگے رکھ لیا رستم کو دیکھو تو

(نکہت)

چشم نے ابرو کو آگے رکھ لیا
شیر نے آہو کو آگے رکھ لیا

(سرور)

آگے ناک سوجھے کیا خاک: یعنی نہایت بے وقوف اور نادان ہیں، صریحاً ایک چیز کہ روبرو آنکھ کے رکھی ہے نظر نہیں آتی اور چار طرف چار طرف ڈھونڈتے پھرتے ہیں۔

آلا: یعنی نیا اور تازہ زخم۔غور کی جا ہے کہ حرف آلے کا خصوصیت رکھتا ہے [کذا]۔زخم کے ساتھ کسی تازی شے اور نئی خبر کو آلا نہیں کہتے ہیں۔

تنِ مجروح کو شبنم سے بچانا اے دل
نہ چرا جائیں کہیں زخم ہیں آلے پانی (۶۲)

(شاہ نصیر)

لب پر تبخالے (۶۳) تپِ غم کے پاہیں جنوں سے چھالے ہیں
تازے ہیں گُل داغِ محبت زخمِ جگر سب آلے ہیں

(نکہت)

گھائل ہوں میں جس کا اسے پھر پوچھیو یارو
ٹانکے ابھی کھائے ہیں ابھی زخم ہیں آلے

(جرأت)

نہ مہکے بوئے گل اے کاش یک چند
ابھی زخمِ جگر سارے ہیں آلے

(میر)

پھر بہار آئی چمن میں زخمِ گل آلے ہوئے
پھر مرے داغِ جنوں آتش کے پرکالے ہوئے

(ناسخ)

حواشی:

(۱) ان منابع و مصادر کی نشان دہی ڈاکٹر سیّد جاوید اقبال نے اپنے مقالے ''مطالعاتِ امیر'' (مشمولہ تحقیق، سندھ یونی ورسٹی، جام شورو، شمارہ ۲، ۱۹۸۸ء) میں کی ہے۔ نیز راقم نے بھی ان کی طرف اشارے کیے ہیں، ملاحظہ ہو راقم کا مقالہ: ''امیر مینائی کی لغت نویسی اور اصولِ لغت نویسی'' (مشمولہ تحقیق، سندھ یونی ورسٹی، جام شورو، شمارہ ۱۹، ۲۰۱۰ء) راقم نے حواشی میں تاریخ پیدائش میں پائے جانے والے تسامح کی طرف بھی اشارہ کیا ہے۔

(۲) ان قلمی آثار کی تعارفی فہرست ڈاکٹر رفیق احمد خان نے اپنے مقالے ''امیر مینائی کے مطبوعہ اور غیر مطبوعہ آثار'' (مشمولہ مخزن، لاہور، شمارہ ۲۶، ۲۰۱۳ء) میں پیش کی ہے۔ کچھ ذکر راقم کے محوّلہ بالا مقالے میں بھی ہے۔

(۱) ''دیوانِ رنگیں [و] انشا'' (بدایوں: مطبوعہ نظامی پریس، ۱۹۲۴ء)، ص ۱۵۰؛ نیز ''کلامِ انشا'' (مرتبہ مرزا محمد عسکری و محمد رفیع، الہ آباد: ہندستانی اکیڈمی، ۱۹۵۷ء)، ص ۴۰۳؛ ''کلیاتِ انشااللہ خان'' (نول کشور، سن ندارد) میں یہ مصرع یوں ہے:

ع جان صدقے اس پری پر، یُوں کہا جن نے مجھے (ص ۴۸)

''پری'' اور ''جان'' (جنّ) کی رعایت سے ''جن'' بھی خوب ہے۔

(۲) ''دیوانِ رنگیں [و] انشا'' (محولہ بالا) میں یہ مصرع یوں درج ہے:

ع اپنی بیتی ہی کہا کرتی ہوں میں راتوں کو (ص ۳۵)

(۳) ''کلیاتِ انشا'' (مرتبہ خلیل الرحمن داؤدی، لاہور: مجلس ترقی ادب، ۱۹۶۹ء، ج ۱) میں یہاں ''کڑے'' کی بجائے ''کڑی'' ہے جو سہوِ کتابت ہے کیونکہ قوافی کھڑے، لڑے، پڑے، گڑے وغیرہ ہیں (ص ۲۵۴)۔ ''کلامِ انشا'' (محولہ بالا) میں بھی ''کھڑے'' ہے (ص ۱۴۹)۔

(۴) اصولاً ''آپس'' کے لفظ سے شروع ہونے والے مرکبات کا اندراج اس وقت ہونا چاہیے جب ''آپ'' کے تحت مرکبات مکمل ہو جائیں۔

(۵) اب ''خلاف'' کا لفظ ''اختلاف'' کے معنوں میں نہیں آتا۔

(۶) ''فرہنگِ آصفیہ'' نے بھی ''آپس کی پھوٹ'' کی سند میں یہ شعر دیا ہے لیکن شاعر کا نام ''سرور'' کی بجائے ''مغفور'' دیا ہے۔

(۷) ''کلیاتِ ناسخ'' (مرتبہ یونس جاوید، لاہور: مجلس ترقیٔ ادب، ۱۹۸۹ء) میں یہ مصرع یوں درج ہے:

ع جس طرح ہے تری خاطر میں غبار آپ سے آپ (ج ۲، ص ۱۴۴)

(۸) ''فرہنگِ آصفیہ'' نے یہ شعر ''آپ کا'' کی سند میں دیا ہے لیکن اس کی ردیف ''ہوگا'' کی بجائے ''ہو جائے'' لکھی ہے۔

(۹) پلیٹس کے نزدیک ''بر'' کے ایک معنی عاشق اور خواست گار کے بھی ہیں۔ نیز ''بر'' کے ایک معنی سینہ اور آغوش کے بھی ہیں۔ اسی طرح چونکہ یہ عرض یا چوڑائی کے معنی میں بھی آتا ہے لہٰذا یہ (بستر کا) عرض کے معنی میں بھی ہو سکتا ہے۔

(۱۰) ''کلیاتِ شاہ نصیر'' (مرتبہ تنویر احمد علوی، لاہور: مجلس ترقیٔ ادب، ۱۹۷۱ء) میں یہ مصرع یوں دیا گیا ہے:

ع گنے ہے آپ کو کیا شاخ زعفراں دیکھو (ج ۱، ص ۴۰۱)

(۱۱) یہ شعر ''آپ کو زعفراں سمجھنا'' کی نہیں بلکہ ''آپ کو شاخِ زعفراں جاننا'' کی سند ہے۔

(۱۲) یہی شعر اسی اندراج کی سند میں ''امیر اللغات'' (ج ۱) میں بھی درج ہے اور وہاں شاعر کا پورا نام سرور دہلوی لکھا ہے۔

(۱۳) ''بھلّہ'' بھلا کا ایک املا ہے۔

(۱۴) کاتب نے یہاں ہیں کی بجائے ہے لکھا ہے۔

(۱۵) کاتب نے ''یوہیں'' لکھا ہے جو ''یونہی'' کا قدیم املا ہے لیکن ''کلیاتِ انشا'' (محولہ بالا) میں یہاں ''یونہی'' کی بجائے ''یوں بھی'' درج ہے (ص ۱۲۹)۔ اسی طرح ''کلامِ انشا'' (محولہ بالا) میں بھی ''یوں بھی'' ہے (ص ۷۸)۔

(۱۶) کاتب نے ''رُلایا'' کا املا یہاں اور تشریح نیز اسناد میں بھی واو کے ساتھ یعنی ''رولایا'' کیا ہے۔ اسے اشباعی املا کہتے ہیں۔

(۱۷) ''کلیاتِ جرأت'' (مرتبہ اقتدا حسن، لاہور: مجلس ترقیٔ ادب، ۱۹۶۸ء) میں ''روئیں'' کی بجائے ''روویں'' ہے۔ (ج ۱، ص ۴۳۲)

(۱۸) ''کلیاتِ جرأت'' (محولہ بالا) میں ''ہمیں'' بجائے ''مجھے'' درج ہے۔

(۱۹) یہ شعر ''آٹھ آٹھ آنسو رُلانا'' کی نہیں بلکہ ''آٹھ آٹھ آنسو رونا'' کی سند ہے۔

(۲۰) کاتب نے ''گئی'' کو ''گئیں'' لکھا ہے۔

(۲۱) ''کلیاتِ مصحفی'' (مرتبہ نور الحسن نقوی، لاہور: مجلس ترقیٔ ادب، ۱۹۶۸ء) میں یہ مصرع یوں درج ہے:

ع گر ہم کو لگ گئی کبھی ہیں ہچکیاں تو ہم (ج ۱، ص ۲۴۱)

(۲۲) یہ شعر آٹھ آٹھ آنسو ''رلانا'' کی بجائے ''آٹھ آٹھ آنسو رونا'' کی سند ہے۔

(۲۳) ایضاً۔

(۲۴) اس شعر میں نہ ''رونا'' کا لفظ آیا ہے نہ ''رلانا'' کا، لہٰذا یہ صرف ''آٹھ آٹھ آنسو'' کی سند ہے۔ امیر مینائی نے رونا اور رلانا کا الگ الگ اندراج کرنے کی بجائے ایک ساتھ ہی اس کی اسناد دے دی ہیں لیکن یہ شعر ان دونوں کی سند نہیں ہے۔

(۲۵) ''فرہنگِ آصفیہ'' نے بھی یہ شعر ''آٹھ پہر سولی ہے'' کی سند میں دیا ہے لیکن اس میں دوسرا مصرع یوں ہے:

ع ہے اک نقطے کی کم و بیشی قامت اور قیامت میں

(۲۶) ''کلیاتِ انشا'' (محولہ بالا) میں یہ شعر یوں درج ہے:

یہاں جو تشریف آپ لائے کدھر سے یہ آج چاند نکلا
کہ ماہِ کنعاں بھی جس کے آگے جو خوب سوچا تو ماند نکلا
(ص ۵۴)

(۲۷) ''امیر للغات'' (ج ۱) میں بھی ''آج کرے گا کل پائے گا'' کی سند میں یہ اشعار دیے ہیں لیکن انھیں وہاں رباعی لکھا ہے اور شاعر کا نام ''دردمند'' درج ہے۔ جبکہ فرہنگِ آصفیہ میں یہ اشعار ''کلپانا'' کی سند میں دیے ہیں اور اسے ''قطعۂ مرزائی'' قرار دیا ہے۔ آصفیہ میں چوتھا مصرع یوں درج ہے:

ع بیداد کرے گا آج کل پائے گا

میر اللغات (ج ا) میں چوتھے مصرع میں ''سو'' کی بجائے ''تو'' ہے۔

(۲۸) یہ شعر ''آج کل کرنا'' یا ''آج کل کرتے ہیں'' کی سند نہیں بلکہ آج کل کی سند ہے۔

(۲۹) ان اشعار میں سے کوئی بھی ''آج کل کرنا'' یا ''آج کل کرتے ہیں'' کی سند نہیں ہے بلکہ ''آج کل'' کی بھی سند نہیں۔ ان اشعار کو یہاں شامل کرنے کا جواز نہیں ہے۔

(۳۰) یہ شعر بھی آج کل کرنا کی سند نہیں ہے۔

(۳۱) یہ شعر آرام کرنا کی سند نہیں ہے بلکہ آرام میں ہونا کی سند ہے۔

(۳۲) ''کلیاتِ انشا'' (محولہ بالا، ص ۶۷) اور ''کلام انشا'' (محولہ بالا ص ۴۴) دونوں میں پہلے مصرعے میں ''ہاں'' کی بجائے ''واں'' ہے۔

(۳۳) یہ شعر آرسی مصحف ''دکھلانا'' کی بجائے ''دیکھنا'' کی سند ہے۔ تشریح میں تعقید ہے اور سکندر اور آیئے کی ایجاد کا کوئی حوالہ بھی نہیں دیا۔

(۳۴) یہ شعر نہ تو آرسی مصحف دکھلانا کی سند ہے اور نہ آرسی مصحف دیکھنا ہی کی سند ہے۔ بلکہ یہ صرف ''آرسی مصحف'' کی سند کے طور آ سکتا ہے۔

(۳۵) یہ آڑے آنا کی نہیں آڑے ہونا کی سند ہے۔

(۳۶) یہ ''لیا دیا آڑے آنا'' کی سند ہے نہ کہ صرف آڑے آنا کی۔

(۳۷) کاتب نے آبلے کی بجائے آبلہ لکھا ہے۔

(۳۸) یہ ''آستین چڑھانا'' کی نہیں بلکہ ''آستینوں کے چاک چڑھانا'' کی سند ہے۔

(۳۹) یہاں ''آستین چڑھانا'' قتل پر آمادہ ہونے کے معنی میں نہیں بلکہ لڑنے پر آمادہ ہونے یا کسی کام کا ارادہ کرنے کے معنی میں ہے۔ اسے الگ شق کے تحت معنی نمبر ۲ کے طور پر درج کرنا چاہیے تھا۔

(۴۰) ''کلیاتِ انشا'' (مرتبہ خلیل الرحمن داؤدی) میں میری کے بجاے اپنی ہے (ص ۸۴)۔ اسی طرح ''کلامِ انشا'' (مرتبہ مرزا محمد عسکری و محمد رفیع) میں بھی ''اپنی'' ہے (ص ۵۲)۔

(۴۱) ''کلیاتِ شاہ نصیر'' (مرتبہ تنویر احمد علوی) میں ہرگز کی بجائے ''مرکز'' ہے (ج ا، ص ۲۲۶)۔

(۴۲) ''کلیات شاہ نصیر'' (محولہ بالا) میں بھی یہ مصرع اس طرح درج ہے۔

(۴۳) پانو (یعنی نون غنے کے ساتھ، پ ا ں و) کا یہ املا درست ہے گو رائج ''پاؤں'' ہے اور کاتب نے ''پانوں'' لکھا ہے اور یہ املا بھی بعض متون میں ملتا ہے۔

(۴۴) ''کلیات جرأت'' (محولہ بالا) میں مجھ کے بجاے ہم ہے (ج ا، ص ۳۷۳)۔

(۴۵) دوسرے مصرعے میں کاتب نے لفظ آسماں کے بعد ''پہ'' سہواً دوبارہ لکھ دیا ہے۔

(۴۶) یہاں مراد ہیں الٰہی بخش معروف جن سے رنگین بگڑ گئے تھے اور ان کے خلاف سو (۱۰۰) رباعیاں کہیں۔ یہ رباعیاں ''سبع سیارۂ رنگیں'' کے تیسرے حصے میں ''سبحۂ رنگیں'' کے نام سے شامل ہیں (تفصیلات کے لیے ملاحظہ ہو: صابر علی خاں، سعادت یار رنگین، کراچی: انجمن ترقی اردو، ۱۹۵۶ء، ص ۲۶۴)

(۴۷) ''کلیاتِ میر'' (مرتبہ کلب علی خاں فائق، لاہور: مجلسِ ترقی ادب، طبع دوم ۱۹۹۲ء) میں ''انھیں'' کی بجاے ''ان نے'' ہے (ج ۳، ص ۷۸)۔

(۴۸) ''کلیاتِ انشا'' (مرتبہ خلیل الرحمن داؤدی) میں یہ مصرع یوں درج ہے:

پتھورا کے جو محلوں کی ہو کوئی آ کھ کی بڑھیا (ص ۶۱)

(۴۹) ''کلامِ انشا'' (مرتبہ مرزا محمد عسکری و محمد رفیع) میں یہ مصرع یوں ہے:

بنے وہ آ کے اس بوڑھے بڑے نداف کا جوڑا (ص ۴۰)

(۵۰) لاگ باندھنا یعنی بیر باندھنا (نور اللغات)

(۵۱) آگ پھونک ''دینا'' کی تشریح میں ''بھڑکا دی'' اور ''جلا دیا'' کی بجائے ''بھڑکا دینا'' اور ''جلا دینا'' بہتر ہوتا۔ مصدر کی تشریح میں صیغۂ ماضی مناسب نہیں۔

(۵۲) یہ آگ ''پھونک دینا'' کی نہیں بلکہ ''آگ پھونکنا'' کی سند ہے۔

(۵۳) ایضاً۔

(۵۴) یہ بھی پھونک دینا کی بجائے پھونکنا کی سند ہے۔

(۵۵) گلخن یعنی انگیٹھی، بھٹی۔

(۵۶) یہ آگ جاگ اٹھنا کی نہیں بلکہ آگ جگانا کی سند ہے۔

(۵۷) تیغی: متداول اردو لغات میں درج نہیں ہے، بظاہر ''تیغ'' سے ہے۔

(۵۸) یہ شعر ''کلیاتِ شیفتہ'' (مرتبہ کلب علی خاں فائق، لاہور: مجلس ترقی ادب، ۱۹۶۵ء) میں نہیں ملا۔

(۵۹) بنگ یعنی بھنگ۔

(۶۰) ''آگے رکھ لینا'' کے ایک معنی یہ بھی لغات میں درج ہیں لیکن یہاں دی گئی اسناد سے یہ معنی نہیں نکل رہے۔ ''بہارِ ہند'' (مرتبہ مرتضیٰ عاشق لکھنوی، نول کشور، ۱۸۸۸ء) میں ''آگے رکھ لینا'' تو نہیں ہے مگر ''آگے دھر لینا'' درج ہے اور اس کے معنی لکھے ہیں'' آنکھوں کے سامنے رکھنا، حراست میں رکھنا، گرفتار کرا دینا''۔ یہی معنی یعنی ''آنکھوں کے سامنے رکھنا'' یہاں ان اسناد سے نکل رہے ہیں اور خود امیر نے بھی امیر اللغات میں آگے دھر لینا/ رکھ لینا اور آگے دھرنا/ رکھنا میں یہ معنی بھی دیے ہیں: ''سامنے رکھ لینا'' وغیرہ۔

(۶۱) کلیاتِ شاہ نصیر (مرتبہ تنویر احمد علوی، لاہور: مجلسِ ترقیِ ادب، ۱۹۸۶ء) میں دوسرے مصرعے میں ''یہ'' بجائے ''ہیں'' ہے۔ لیکن آلا کی سند میں یہی شعر فرہنگِ آصفیہ میں بھی درج ہے اور وہاں بھی ''ہیں'' ہے (ج ۳ ص ۲۰۶)۔

(۶۲) تب خالے/ تبخالے کو تپ خالے بھی لکھا جاتا ہے۔ تب خالہ یا تپ خالہ وہ چھالا ہے جو بخار کی وجہ سے بالعموم ہونٹوں پر ہو جاتا ہے، آبلۂ تپ۔ (ماخوذ از آصفیہ)

مآخذ:

۱۔ احمد دہلوی، سیّد، فرہنگِ آصفیہ (۴ جلدیں)، لاہور: اردو سائنس بورڈ، ۱۹۷۷ء۔

۲۔ اقبال، سیّد جاوید، مطالعاتِ امیر، مشمولہ تحقیق، سندھ یونی ورسٹی، جام شورو، شمارہ ۲ (۱۹۸۸ء)۔

۳۔ امیر مینائی، امیر اللغات، ج ۱، (دو جلدیں یک جا)، لاہور: سنگِ میل، ۱۹۸۹ء [عکسِ اشاعتِ اول ۱۸۹۱ء]

۴۔ انشا، انشاء اللہ خان، کلیاتِ انشاء (مرتبہ خلیل الرحمٰن داؤدی)، لاہور: مجلس ترقیٔ ادب، ۱۹۶۹ء۔

۵۔ ________، کلیاتِ انشا، لکھنؤ: نول کشور، سن ندارد۔

۶۔ ________، دیوانِ رنگین و انشاء، بدایوں: نظامی پریس، ۱۹۲۴ء۔

۷۔ ________، کلامِ انشاء (مرتبہ مرزا محمد عسکری و محمد رفیع)، الہٰ آباد: ہندوستانی اکیڈمی، ۱۹۹۵ء۔

۸۔ پاریکھ، رؤف، امیر مینائی کی لغت نویسی اور اصولِ لغت نویسی، مشمولہ تحقیق، سندھ یونی ورسٹی، جام شورو، شمارہ ۱۹ (۲۰۱۰ء)۔

۹۔ پلیٹس، جان ٹی (Platts, John T)، *A ditionary of Urdu, classical Hindi and English*، دہلی: منشی رام منوہر لال، ۱۹۹۳ء [عکسِ اشاعت ۱۹۱۱ء]۔

۱۰۔ جرأت، شیخ قلندر بخش، کلیات، ج ۱ (مرتبہ اقتدا حسن)، لاہور: مجلس ترقیٔ ادب، ۱۹۶۸ء۔

۱۱۔ خان، رفیق احمد، امیر مینائی کے مطبوعہ اور غیر مطبوعہ قلمی آثار، مشمولہ مخزن، لاہور: شمارہ ۲۶ (۲۰۱۳ء)۔
۱۲۔ خاں، صابر علی، سعادت یار خاں رنگیں، کراچی: انجمن ترقیٔ اردو، ۱۹۵۶ء۔
۱۳۔ شیفتہ، مصطفیٰ خاں، کلیات (مرتبہ کلب علی خاں فائق)، لاہور: مجلس ترقیٔ ادب، ۱۹۶۵ء۔
۱۴۔ مصحفی، غلام ہمدانی، کلیات، ج ۱ (مرتبہ نورالحسن نقوی)، لاہور: مجلسِ ترقیٔ ادب، ۱۹۶۸ء۔
۱۵۔ میر، میر تقی، کلیات، ج ۲ (مرتبہ کلب علی خان فائق)، لاہور: مجلسِ ترقیٔ ادب، ۱۹۹۲ء۔
۱۶۔ ناسخ، امام بخش، کلیات، ج ۲ (مرتبہ یونس جاوید)، لاہور: مجلس ترقیٔ ادب، ۱۹۸۹ء۔
۱۷۔ نصیر دہلوی، شاہ، کلیات، جلد ۳، (مرتبہ تنویر احمد علوی)، لاہور: مجلسِ ترقیٔ ادب، ۱۹۸۶ء۔
۱۸۔ ________، کلیات، جلد ۱، (مرتبہ تنویر احمد علوی)، لاہور: مجلسِ ترقیٔ ادب، ۱۹۷۱ء۔
۱۹۔ ________، کلیات، جلد ۲، (مرتبہ تنویر احمد علوی)، لاہور: مجلسِ ترقیٔ ادب، ۱۹۷۷ء۔
۲۰۔ نیر، نورالحسن، نوراللغات (۴ جلدیں)، اسلام آباد: نیشنل بک فاؤنڈیشن، ۱۹۸۹ء۔

''فرہنگِ محاوراتِ اُردو'' کے قلمی نسخے کے چند اوراق کا عکس

باب الف ممدودہ

آپ بیتی یعنی اپنی سرگذشت انشا سے جان صدقے اُس پری کی جسنے
انشا سے کہا، آپ بیتی کہہ کہانی کچھ کسیکی مت چلا، رنگین سے آپ بیتی ہی
کہا کرتا ہوں میں راتوں کو، دہیان قصے کا مجھے ہے نہ کہانی کی ہوس،

آپ وہاپ اپنی فکر اور اپنا اندیشہ جرأت سے جاتی ہے اوسکی کیا کہوں
بس چال ڈہال دیے تاب و توان و صبر کی یان آپ وہاپ تی،

آپ روپ یعنی خود بدولت جرأت سے کٹ نا بیٹھو جو غصے کی سی صورت
آپ روپ، گرچہ ہیں بجرم پر کیا کیا ڈرایا آپ نے انشا سے گر آپ روپ
ہمیں باتوں میں لگ کٹتی ہوں، سو گئی جھگڑے قصے قصہ جیٹے اوٹھ
کھڑے ہوں،

آپس کی پھوٹ یعنی آپس کا خلاف اور نفاق نگہت سے بگڑا اولا
معاملہ آپس کی پھوٹ سے پہوٹا جگر کا آملہ آپس کی پہوٹ سے نثار سے
دیدہ و دل مجہ سے کچھ بوجہ کی کرتی نہیں پہوٹ سے آپس کی آہ مفت
یہ گھر جائے گا، سرور سے پہوٹی جو ہوسی دیدہ تر پہوٹ پہوٹ خوب،
اے خجستہ مزہ نہیں آپس کی پہوٹ خوب،

آپ سی آپ یعنی خود بخود بی سکھای کیکی ناسخ سے مجھ سی اب جاو نہی
ہوجایو ہیں یار آپ سی آپ، جیسی آیا ہی تری دل میں غبار آپ سی آپ
نصیر سے تین حرف اوس بت بدخو بہ نواب بہیج نصیر آپ سی آپ جو تھکا
تھا میری دل،

آپ کا کیا بگڑتا ہی یعنی آپ کا کیا نقصان اور ضرر اور زیان ہوتا ہی
حسرت سے تم جو کہتی ہو کہدو حسرت سی، آہ دو فریادیاں کیا نہ کریں انکا
اس میں کیا بگڑتا ہی، درد دل کی کوئی دوا کریں،

آپ کا نام ہوتا ہی ہمارا کام ہوتا ہی یعنی دونوں کا مقصد حاصل ہوگا
نثار سے تیغ ابرو کو جو انہونکا اشارا ہوگا، آپ کا نام ہوا اور کام
ہمارا ہوگا،

آپ کو دور کھینچنا یعنی بسبب نخوت اور باعث غرور کسیکو اپنا ہمسر اور
برابر نہ جاننا نکہت سے بی تکلف ہاتہ کو بستر پہ اپنی مغرور کہینچ، بیٹھ جا
نزدیک بر کی آپ اومت دور کہینچ، مومن سے کیا شکوہ جفا تہا کہ
میں آپ کو دور کہینچتا ہوں،

آپ کو شاخ زعفران سمجھنا یعنی خود کو بہت عمدہ اور اعلی اور نفیس

والا ہمہ صفت موصوف جانا شاہ نصیر سے سمجھتی آپ کو ہی شاخ
زعفران دیکھو سنکو فرہاد رہی لالی ہی آپ کی بار نسبت نکہت سے
جلی ہی مطبخ عالی میں جو کوئی ہیزم سجا ہی آپ کو اس شاخ زعفران جانے
سرو سے سدرہ کی شاخ میں گئی قیصر شاہ میں گمان شاخ کمان
آپ کو سمجھی ہی شاخ زعفران میر سے شانہ شاخ زلف کا دیں
آپ کو شاخ زعفران سمجھا انشا سے مطلع رہی یہ مصباح سمجھا ہی آپ کو
شاخ زعفران توئی

آپ میں آنا یعنی ہوش میں آنا جرأت سے ذرا تو آپ میں آئی وہ
کچھ آتی ہی مت پوچھو میاں کہ فرہو گر کچھ ہوش اب مجھ میں رہا ہوگی
نکہت سے جب تک یار جلوہ فرما ہوں نہ آپ آپ میں آنا مجھی
دشوار ہی

آپ ہی آپ میں یعنی دوسرا کوئی نہیں ہی آپ ہی ہر رنگ میں جلوہ گر
ہی انشا سے آپ ہی آپ ہیں وہ آپ نے سچ فرمایا یوں ہی کچھ دیکھو کی
سی تھی نام کو ہم یا معبود نکہت سے وہی آتش میں وہی سنگ میں
ہی غرض آپ ہی آپ ہر رنگ میں ہی

آٹھ آٹھ آنسو رولایا یعنی زار زار رولایا جرأت سے آٹھ آٹھ آنسو
نہ اب کیونکہ بیٹھی روئیں ہم، جھوٹ تھا مجھی آنسوؤں کی جھڑی منہ لگی تم، نکہت سے
شمع آسا سر سے پا تک عرق گریہ ہو گئی، مثل شبنم آٹھ آٹھ آنسو رولایا آپ نے
ان سے کیوں آٹھ آٹھ آنسو رولاتا ہے مجکو تو، ہو گا کسی کی جی کا ستانا
بہت برا، مصحفی سے گر ہمکو لگ گئیں ہیں کبھی نکل آیا تو ہم، آٹھ آٹھ آنسو
روتے ہیں دو دو پہر تلک، ناسخ سے روؤں نہ کیوں آٹھ آٹھ آنسو، ہو جاوں
گر دو چار قاعدہ، نحیف سے آہ بے بدروانہ وہ منتار ہا مانند برق، آٹھ
آٹھ آنسو مجھی جوں ابر گریاں دیکھ کر

آٹھ پہر سولی ہے یعنی رات دن مصیبت ہے نکہت سے آٹھ پہر سولی پہ
دلکو یاد سرو قامت میں، ہے ایک ہی ٹکٹکی کی کمی بیشی قامت اور قیامت میں

آٹھ گانٹھ کمیت ہے یعنی نہایت شوخ اور شریر ہے

آج زبان کھلی ہے کل بند ہے یعنی آج زندہ ہیں کل مر جائیں گے جھوٹ
کیوں بولیں یہ کلام بطرز صداقت اور راستگوئی اکثر زبان پر آتا ہے
سعادت سے راست ہی ٹک بولیو اونکی ہی سوگند ہے، آج کھلی ہے زبان
کل کی تئیں بند ہے

اُردو کے پہلے اشتہار کا انگریزی متن

Thus far being ſettled, publications were made in different languages, and poſted up in ſeveral parts of the town, of one of which the following is a true copy.

ADVERTISEMENT. " The Honourable the Court of Directors hav-" ing thought proper to ſend out particular orders for *limiting* the in-" land trade, in the articles of ſalt, beetle-nut and tobacco, the ſame " is now to be carried on, *in conformity to thoſe orders*, by a public ſo-" ciety of proprietors, to be formed for that purpoſe; and an excluſive " right to the trade of thoſe articles will be veſted *in this ſociety, by an " authority derived from the Company and from* THE NABOB; all manner " of perſons dependent upon the Honourable Company's government " are hereby ſtrictly prohibited from dealing in any reſpect, directly " or indirectly, in the articles of ſalt, beetle-nut or tobacco, from the " date hereof; that is to ſay, that they ſhall not enter into any new " engagements, unleſs as contractors, either for the purchaſe or ſale of " thoſe articles, with the ſociety of trade."

Shortly after, another Select Committee was held upon the ſubject of this monopoly, of whoſe proceedings the following is a copy, viz.

" At a SELECT COMMITTEE held at Fort William the 18th Sep-" tember, 1765.

" Preſent,
" The Right Honourable Lord Clive, Preſident.
" William Brightwell Sumner,
" John Carnac,
" Harry Verelſt, and
" Francis Sykes,
} Eſquires.

" Reſuming the conſideration of the plan for carrying on the inland-" trade, in order to determine with reſpect to the company and the " claſſes of proprietors, the Committe are unanimouſly of opinion, that " whatever ſurplus-monies the Company may find themſelves poſſeſſed " of, after diſcharging their ſeveral demands at this preſidency, the ſame " will be employed more to their benefit and advantage in ſupplying " largely that valuable branch of their commerce, the China trade, and " in aſſiſting the wants of their other ſettlements, and that it will be " more for their intereſt to be conſidered *as ſuperiors of this trade, and " receive a handſome duty upon it, than to be engaged as proprietors in the " ſtock*.